تحریر:- حکیم عبدالرحمن خلیق

عمرو بن العاص رضؓ

وہ مجرم جس نے کوئی جرم نہیں کیا

جس کی تاریخی عظمت سیاسی اور گروہی تعصب کی نذر ہو گئی

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں وجہ نزاع خلافت کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ نزاع کی اصل بنیاد حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کے قتل کا قصاص تھا۔ علیؓ خونِ عثمانؓ کا قصاص لینے پر اپنے مملکتی مصالح سے ابھی آمادہ نہیں تھے مگر معاویہؓ بضد تھے کہ نئے خلیفہ کو یہ کام پہلے کرنا ہوگا وہ کہتے تھے کہ :-

"عثمانؓ کا قتل کسی عام آدمی کا قتل نہیں جسے سلطنتی مصالح کی نذر کر دیا جائے۔ یہ خلیفۂ رسولؐ کا قتل ہے اور اس قتل کا قصاص خلافت کا پہلا مسئلہ ہے"

مگر علیؓ اس بات کو کسی طرح بھی ماننے کے لیے تیار نہیں تھے وہ بے شک یہ کہتے تھے کہ :-

"خلافت کی بنیاد مضبوط ہو جائے تو عثمانؓ کے قتل کا قصاص ضرور لیا جائے گا"

مگر معاویہؓ اس معاملہ میں علیؓ کو مخلص نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک حضرت علیؓ کا یہ موقف وقت کو ٹالنے کا ایک بہانہ تھا ورنہ وہ قاتلینِ عثمانؓ کی یہ بیعت قبول نہ کرتے اور نہ ہی ان کو اپنے لشکروں میں شامل کرتے۔

معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قریبی وارثوں میں سے تھے اور ایک عام مسلمان کے ساتھ ساتھ مقتول

خلیفہ کا جائز وارث ہونے کی حیثیت سے بھی وہ اپنے اس مطالبہ کی شدت میں کسی بھی مصلحت سے کمی یا نرمی کی گنجائش پیدا کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ دوسری طرف حضرت علیؓ نے جب دیکھا کہ معاویہؓ سید ھے ہاتھوں جھکنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو انہوں نے ان کے خلاف خروج کا فیصلہ کیا اور انہیں فوجی طاقت سے اپنی بات منوانی چاہی۔ معاویہؓ کو جب حضرت علیؓ کے اس فیصلہ کا علم ہوا تو انہوں نے بھی علیؓ کا چیلنج قبول کر لیا اور برابر کی زور آزمائی کے لیے میدان میں نکل آئے۔

علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان نزاعی مسئلہ بس یہی ایک تھا جس نے پورے عالم اسلام کی بدنصیبی کو تخلیق بخشی اور جس کی کارفرمائی سے حجاز، کوفہ، مصر، عراق، شام غرض پوری اسلامی قلمرو میں زبردست بھونچال کی سی کیفیت پیدا ہوگئی اور جس کی وجہ سے آگے چل کر جنگ جمل برپا ہوئی جس کے نتیجہ میں دس ہزار فرزندانِ توحید خاک و خون میں لوٹ گئے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ جیسے جاں نثارانِ رسولؐ کو اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہونا پڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کو حرم کو رزم تک پہنچنے کی مجبوری پیدا ہوئی اور بالآخر اسی ایک مسئلہ نے عالمِ اسلام کو جنگِ صفین کی ہولناکیوں کے سپرد کیا جہاں کی مٹی نے صحابۂ رسولؐ کا مقدس خون جی بھر کر پیا اور جہاں کشتوں کی کثرت ہمالہ کی بلندیوں کو شرماتی تھی اور ظاہر ہے کہ اس پوری داستان میں خلافت کے استحقاق پر کوئی بحث نہیں چلی۔

کہانی کا سارا زور علیؓ یا معاویہؓ کے موقف کے صحیح یا غیر صحیح ہونے پر ہے اور یہی بات تھی جس پر حکمین کو قرآنِ کریم کی روشنی میں اپنا فیصلہ صادر کرنا طے ہوا تھا۔ ان کا دائرۂ کار صرف اتنا تھا کہ وہ زیر بحث مسئلہ میں علیؓ اور معاویہؓ کے موقف کی صحت و عدمِ صحت کا جائزہ لیں اور پھر جسے وہ حق پر سمجھیں اس کے بجانبِ حق ہونے کا اعلان کریں اور جو ناحق پر ہے اس کا ناحق ہونا اس پر واضح کریں۔ پھر اگر حسب قرارداد فریقین یہ فیصلہ تسلیم کر لیں تو بہتر ورنہ فریق ناحق بجانب کے خلاف فریق بجانبِ حق کی بھرپور امداد کریں یہاں تک کہ حق کو غلبہ حاصل ہو اور ناحق میدان سے نکل جائے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ [1]

---

[1] پ ۲۶۔ حجرات ع ۱

اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو پھر اگر فریقین میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو پھر تم سب مل کر زیادتی کرنے والے گروہ کے خلاف اس وقت تک لڑائی جاری رکھو کہ وہ خدا کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

یہ صورت حال بڑی ہی صاف ہے مگر اس کے خلاف روایت کا کہنا یہ ہے کہ حکمین نے اصل بات کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور ایک ایسی راہ پر چل نکلے جو نہ ان کے دائرۂ کار میں آئی تھی نہ وہ اس پر چلنے کے مجاز تھے نہ انہیں اس غرض سے بلایا ہی گیا تھا۔

وہ یقیناً خلافت کے مسئلہ پر بحث کرنے کے لیے نہیں بیٹھے تھے ان کے دائرۂ کار کو خلیفہ کے عزل و نصب سے کوئی علاقہ نہیں تھا۔ وہ اپنے اختیارات سے بے خبر نہیں تھے اور خوب جانتے تھے کہ ان کے فرائض کیا ہیں؟ وہ مسلمانوں سے ایک عظیم خلفشار کو ختم کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے مگر بڑی عجیب بات ہے انہوں نے ایک خلفشار کو ختم کرنے کی بجائے ایسا فیصلہ کیا اور ایسی راہ چلے جس نے امت میں ایک طویل اور مستقل جنگ کی بنیاد رکھ دی۔

وہ لوگ سب کے سب اہل فکر و نظر تھے وہ امت کے منتخب دماغ تھے اور پھر ایک دو نہیں پورے آٹھ سو کی تعداد میں تھے ایک غلطی کرتا دوسرا ٹوک دیتا، ایک غلط راہ چلتا دوسرا مزاحمت کرتا مگر یہاں کسی ایک سے بھی یہ امر ثابت نہیں کہ اس نے گفتگو میں کسی مرحلہ پر بھی مداخلت کی ہو۔ دونوں نے جو طے کیا، سب کا طے کردہ بن گیا اور سب نے ہی اس سے اتفاق کیا۔

پھر یہ بھی نہیں کہ خلافت کی بحث یونہی برسبیل تذکرہ سامنے آگئی ہو اور انہوں نے ضمناً اس کو بھی اپنی گفتگو میں شامل کر لیا۔ ایسا نہیں ہوا بلکہ انہوں نے بات ہی یہیں شروع کی اور آخر تک اسی میں گھومتے رہے اور اسی کا فیصلہ کر کے اٹھ گئے اور بات ختم ہو گئی اور انہوں نے قرار دے لیا کہ ہم جس غرض سے جمع ہوئے تھے وہ غرض پوری ہو گئی۔

صاف کہنے گا امت کے منتخب دماغوں صاحبین مومنین اور صحابۂ رسول ﷺ کے فہم و فکر اور علم و تدبر کو کسی غیر محتاط راوی کی افسانہ پسندی پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔

اس سلسلہ میں ایک بہت بڑی توجہ طلب حقیقت یہ بھی ہے کہ یہ خلافت اور خلیفہ کے عزل و نصب کی بحث سامنے ہی کیونکر آسکتی تھی جبکہ علیؓ کے مقابلہ میں اس وقت تک کسی دوسرے کو خلافت کے منصب

کے لیے تجویز ہی نہیں کیا گیا تھا۔ نہ اس عنوان سے ملک میں علیؓ کی خلافت کے مقابلہ میں کوئی متبادل تحریک ہی جاری تھی نہ کسی خاص فرد کو یہ دعویٰ تھا کہ علیؓ کے خلاف میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔

بلاشبہ بعض عظیم المرتبت صحابہ رسولؐ نے ابھی علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی مگر اس کے بعض دیگر وجوہ تھے۔ علیؓ کی عدم صلاحیت یا علیؓ سے مقابلہ اس کا باعث نہیں تھا۔ سب سے زیادہ خطرہ امیر معاویہؓ ہی سے ہو سکتا تھا کہ وہ ان حالات میں خود اپنے آپ کو پیش کر دیتے یا کسی دوسرے کو خلعت خلافت پہنانے کی سعی کرتے مگر ایسی بھی کوئی بات نہیں تھی بلکہ بقول طبری معاویہؓ تو اس بات پر راضی تھے کہ علیؓ قصاص میں معاون ہوں تو وہ انہیں امیر مان لیں گے۔ پھر حکمین کے سامنے یہ مسئلہ بطور ایک فیصلہ طلب مسئلہ کے از خود کیونکر ابھر آیا۔

کیا معاہدہ جنگ بندی کے موجب حکمین کو اس عنوان سے کسی بحث یا گفتگو کا اختیار دیا گیا تھا؟ جنگ بندی کا یہ معاہدہ ہمارے سامنے ہے اس میں نہ علیؓ نے معاویہؓ پر یہ الزام رکھا ہے کہ وہ ان کے مقابلہ میں خلافت کے مدعی ہیں نہ معاویہؓ نے ہی علیؓ کی خلافت کو چیلنج کیا ہے۔ ولہٰذا ہم یہ ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں کہ جو مسئلہ حکمین کے سامنے بطور کسی فیصلہ طلب قضیہ کے پیش ہی نہیں کیا گیا وہ خواہ مخواہ اسے زیر بحث لائے اور اس طرح نہ صرف اپنا اور دوسروں کا وقت بھی ضائع کیا بلکہ اپنی بصیرت کا استخفاف بھی کیا اور بجائے صلح کے ایک نئے فتنے کا باب کھول دیا۔

علیؓ اور معاویہؓ کی معزولی کے سلسلہ میں ایک یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ ان دونوں نے اپنے ایک نزاعی امر کے بارے میں دو شریف آدمیوں کو بطور ثالث اس بات کا مکلف گردانا کہ وہ قرآن کریم کی روشنی میں ان کی باہمی مخاصمت پر اپنا فیصلہ دیں۔ ان ثالثوں کی حیثیت ٹھیک ٹھیک ہمارے زمانہ کے ایک عدالتی بنچ کی ہے۔

اب اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس عدالتی بنچ کا فیصلہ بڑا ہی عجیب و غریب اور نادر صورت حال کا حامل ہے کہ انہوں نے بجائے نزاع کو ختم کرنے کے فریقین نزاع کو ہی ختم کر دیا یعنی انہوں نے جھگڑا ختم کرنے کی یہ راہ نکالی کہ جھگڑا کرنے والوں کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ مریض اپنی بیماری کی شکایت لے کر معالج کے پاس گیا اور اسے اپنی بیماری کی پوری کیفیت بتا دی۔ معالج نے مریض کے علاج کی ذمہ داری قبول کر لی۔ مگر جب علاج کرنے لگا تو مرض کا علاج کرنے کی بجائے مریض کو زہر کھلا دی کہ

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

پھر یہ فیصلہ اس اعتبار سے مزید عجیب تر ہے کہ حکمین نے اپنا فیصلہ سناتے وقت فریقین نزاع کی شخصی اور منصبی حیثیت کو بھی پیش نظر نہیں رکھا کیونکہ ایک طرف علیؓ ہیں جو ایک ملک کے حاکم بھی ہیں اور رسول علیہ السلام کے خلیفہ بھی ہیں مگر معاویہؓ صرف ایک علاقہ کے حاکم ہیں اور بس۔ اب اگر حکمین دونوں کو حکومت کے حق سے محروم کرتے ہیں اور ان کے عزل کا فیصلہ دیتے ہیں تو معاویہؓ صرف اپنی حکومت سے ہی معزول ہوتے ہیں مگر علیؓ خلافت اور حکومت دونوں سے محروم ہو جاتے ہیں اور یہ امر پہلے سے ہی واضح ہے کہ خلافت کا مسئلہ کوئی نزاعی امر نہیں تھا۔ علاوہ ازیں یہ امر مزید بحث طلب ہے کہ آیا خلیفہ کو معزول کرنے کا یہ طریقہ قانوناً درست ہے ؟۔

پھر خود روایت کے ہی بموجب حکمین کے مابین یہ امر طے شدہ تھا کہ مسلمانوں کے اجتماع عام میں صرف وہی بات کہی جائے گی جس پر دونوں ثالثوں کا اتفاق ہو چکا ہوگا اور یہ متفقہ قرارداد بہرحال تحریری اور فریقین کے دستخطوں سے مزین اور مصدقہ ہوگی۔ زبانی کوئی بات مجرا نہیں ہوگی اور نہ کوئی ایسی بات متفقہ فیصلے کا حصہ ہی سمجھی جائے گی اور ظاہر ہے کہ اب یہاں کوئی ایسی بات قابل قبول بھی نہیں ہو سکتی جو اس شرط پہ پوری نہ اترتی ہو اور پھر خود یہ روایت ہی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ کے اعلان فیصلہ کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص نے اٹھ کر جو کچھ بھی کہا وہ محض زبانی اعلان پر ہی مشتمل تھا۔ اب توجہ طلب امر یہ ہے کہ عمروؓ نے جو اس اجتماع عام میں متفقہ فیصلہ کے خلاف برملا یہ بات کہی کہ :-

"میں علیؓ کو تو معزول ہی کرتا ہوں جیسا کہ ابھی ابھی ابو موسیٰؓ اعلان کر چکے ہیں مگر معاویہؓ کو ان کے منصب پر قائم رکھتا ہوں"

تو کیا :- ؟

- مجلس میں سے کسی نے انہیں بجز ابو موسیٰؓ کے معمولی شکوہ کے یہ بات یاد دلائی کہ آپ کا یہ اعلان خود آپ کے ہی طے شدہ متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے"
- کسی نے یہ کہا کہ "اس مجلس میں صرف وہی بات کہی جا سکتی ہے جس پر دونوں ثالثوں کا اتفاق ہو"

اگر مجلس میں عمروؓ کو کسی نے نہیں ٹوکا تو کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ علیؓ اور معاویہؓ کی معزولی کا

مسئلہ متفقہ نہیں تھا بلکہ ثالثوں کو اپنی اپنی رائے کا اظہار تھا؛

لیکن یہ بات بھی قرین قیاس نہیں کیونکہ یہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ اعلان صرف اسی بات کا کیا جائے گا جس پہ اتفاق ہو چکا ہو گا اور ظاہر ہے کہ عمروؓ کا اعلان ابو موسیٰؓ کے موقف سے بالکل مختلف ہے۔ اس حال میں دو ہی صورتیں ممکن ہیں:

اول: اہلِ مجلس کی غیر ذمہ داری اور ناحق پذیری کہ انہوں نے ایک حقیقت کا علم رکھتے ہوئے بھی شہادت حقہ سے پہلو تہی کی اور اس طرح کتمانِ حق کا ارتکاب کیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ عمروؓ اپنے فیصلے سے مُکر رہے ہیں اس مرحلہ پر بے شک ایک بزرگ نے ان پر تلوار سے بھی حملہ کیا ہے مگر یہ اپنے مخالف اعلان کا ردّ عمل تھا۔

دوم: دراصل مجلس میں ایسی کوئی بات ہی نہیں ہوئی اور جس بات کو عمروؓ بن العاص سے منسوب کیا گیا ہے وہ سرے سے درست ہی نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مؤرخین بھی افسانہ نوازی کا رجحان نہ رکھتے تو بادنیٰ تامل وہ روایت کے اس تضاد کو بخوبی سمجھ سکتے تھے مگر بدقسمتی سے ان کی ندرت پسندی کو یہ تجسس گوارہ نہ ہو سکا۔

شیعہ مؤرخین کی عمروؓ دشمنی کی تسکین کے لیے اس روایت میں بڑا وافر سامان موجود ہے اور اگر صرف شیعہ ہی اس روایت کو بیان کرتے تو البتہ ان کی یہ روش قابلِ فہم تھی مگر تعجب ہے کہ عظیم شیعہ مورخ "مسعودی" نے اس مرحلہ پر ہمارے اکثر اہل سنت مورخین سے زیادہ حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے اور پورے شرح صدر سے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اس اجتماع عام میں کوئی بات زبانی نہیں کی گئی اور اگر "مسعودی" اپنے بیان میں سچے ہیں تو خود شیعہ ذریعہ سے ہی یہ بحث یہیں ختم ہو جاتی ہے اور عمروؓ کا دامن بھی اس بلینہ بدعہدی سے بالکل پاک ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ اس پوری بحث اور اس سارے ہنگامہ و فساد کی اصل بنیاد تو عمروؓ کی یہی اختلافی تقریر ہے جو تحریر شدہ نہیں تھی اور اگر یہاں سرے سے کوئی زبانی بات ہی نہیں کی گئی تو جھگڑا کیا باقی رہ جاتا ہے۔